

استقبالِ رمضان

استقبال کے معنی ہیں: کسی آنے والے کو خوش آمدید کہنا، اگر وہ محبوب ہے تو اس کے لیے دیدہ و دل فرس راہ کرنا، عربی زبان میں اس کے لیے ”أهلاً وسهلاً“ اور ”هنحبا بكم“ کے کلمات استعمال ہوتے ہیں۔ ”زُحِبَ“ کے معنی کشادگی کے ہیں اور کسی کو ”هنحبا بكم“ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے ہمارے دل میں بڑی کشادگی ہے، کوئی انقباض نہیں ہے۔ قمری سال کے مہینوں میں ”رمضان“ ہی ایسا عظیم المرتبت مہینہ ہے جس کی شان قرآن کریم میں بھی بیان کی گئی ہے اور اس کی بابت رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی استقبالی خطبہ بھی منقول ہے، جو درج ذیل ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ”(ایک بار) رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں ایک (خصوصی) خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: اے لوگو! ایک عظیم مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، (یہ) مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات (ایسی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں (نماز تراویح کی صورت میں) قیام کو نفل عبادت قرار دیا ہے۔ جو (خوش نصیب) اس مہینے میں اللہ کی رضا کے لیے کوئی نفل عبادت انجام دے گا، تو اسے دوسرے مہینوں کے (اسی نوع کے) فرض کے برابر اجر ملے گا اور جو اس مہینے میں کوئی فرض عبادت ادا کرے گا، تو اسے دوسرے مہینوں کے (اسی نوع کے) ستر فرائض کے برابر اجر ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ دوسروں سے ہمدردی اور ان کے دکھ درد کے ازالے کا مہینہ ہے، یہ ایسا (مبارک) مہینہ ہے کہ اس میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے گا، تو یہ اس کے لیے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنے گا اور اس کے سبب اس کی گردن نارِ جہنم سے آزاد ہوگی اور روزے دار کے اجر میں کسی کمی کے بغیر اُسے اُس کے برابر اجر ملے گا۔ (حضرت سلمان بیان کرتے ہیں:) ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر کوئی اتنی توفیق نہیں رکھتا کہ روزے دار کا روزہ افطار کرائے، (تو کیا ایسے لوگ افطار کے اجر سے محروم رہیں گے؟)، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اجر اُسے بھی ملے گا، جو دودھ کے ایک

گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی پلا کر ہی کسی روز سے دار کا روزہ افطار کرائے اور جو شخص کسی روز سے دار کو پیٹ بھر کر کھائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) میرے حوض (کوثر) سے ایسا جام پلائے گا کہ (پھر) وہ جنت میں داخل ہونے تک پیسا نہیں ہوگا۔

یہ ایسا (مقدس) مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ نزول رحمت کا سبب ہے اور اس کا درمیانی عشرہ مغفرت کے لیے ہے اور اس کا آخری عشرہ نارجہم سے نجات کے لیے ہے اور جو شخص اس مہینے میں اپنے ماتحت لوگوں (یعنی خدام اور ملازمین) کے کام میں تخفیف کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اسے نارجہم سے رہائی عطا فرمادے گا، (شُعَبُ الْإِيمَانِ لِلْمَنْبِيِّ: 3608)۔

یہ روزہ ورمضان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک جامع اور ایمان افروز خطبہ ہے۔ باہر کی دنیا کے بارے میں تو ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہیں، لیکن ہمارے ہاں ماشاء اللہ! ”استقبال رمضان“ کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ رمضان کسی شخص کا نام نہیں ہے کہ کہیں سے اس کی آمد متوقع ہو اور ہم آگے بڑھ کر اس کا استقبال کریں اور کہیں: ع ”اے آمدِ نیت تو باعثِ آبادی ما“، کہ آپ کے آنے سے ہمارے ہاں رونقیں بڑھیں گی، ہمیں مسرت و شادمانی نصیب ہوگی۔

سو استقبالِ رمضان دراصل ایک وجدانی، روحانی اور باطنی کیفیت کا نام ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو نظریاتی اور عملی طور پر رمضان المبارک کی ان بے حساب نعمتوں اور اجر و ثواب کو اپنے دامن میں سینے کے لیے آمادہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی راغب کریں تاکہ ایک اجتماعی کیفیت پیدا ہو اور روزہ ورمضان المبارک کی بدنی و مالی عبادات ہمیں بار معلوم نہ ہوں، بلکہ اُن سے روحانی راحت نصیب ہو۔

یہ داخلی ترفیب و آمادگی جذبہ اخلاص و رضا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، (الاحزاب: 2)۔“ یہاں قلب سے مراد گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے، جو انسانی جسم کی رگوں میں جگر سے حاصل ہونے والا پاک و صاف خون پسپ کرتا ہے، کیونکہ ایسے شواہد ملتے رہتے ہیں کہ تخلیقِ انسانی کی سبب جار یہ کے برعکس خال خال بعض بچوں کے سینے میں پیدا اُٹھی طور پر دو دل بھی ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مراد قلبِ انسانی کے اندر خیر و شر کی ترغیبات و میلانات کو اپنے اندر جذب کرنے کی وہ استعداد ہے جو قدرت نے ہر انسان کے دل و دماغ میں ودیعت کی ہے اور خیر و شر کی یہ کشمکش جس طرح انسان کے وجود سے باہر کی دنیا میں ہمیشہ سے موجود چلی آ رہی ہے، اسی طرح یہ کشمکش انسانی وجود کے اندر بھی برپا ہے، علامہ اقبال نے کہا ہے:

ستیزہ کار ہا زل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرابِ بولہبی

باطل کی آندھیاں چراغِ مصطفوی کو گل کرنا چاہتی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو، (القصف: 7)۔“ دوسرے مقام پر فرمایا: ”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکیوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا، خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہو، (توبہ: 32)۔“ پس اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی دل میں کفر اور ایمان، ہدایت و ضلالت، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے دوری، صدقہ و خیرات کر کے غریبوں سے ہمدردی کرنا اور سنگ دلانہ ذخیرہ اندوزی اور استحصال کی حد تک غیر معمولی منافع، الغرض دو متضاد صفات جمع نہیں ہو سکتیں۔ بد قسمتی سے ہم نفسِ لوامہ (ضمیر) اور نفسِ انارہ کو بیک وقت خوش رکھنا چاہتے ہیں اور اسی کا نام دو عملی اور منافقت ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ع: ”باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے دنیا و بھئی“، ہم ہر چیز کا دو نمبر ایڈیشن ایجاد کرنے کے ماہر ہیں۔ غریبوں اور ناداروں کے لیے افطار کا اہتمام کرنے کے بجائے ہم نے امراء کی عالی شان افطار پارٹیوں کے سماجی کلچر کو پروان چڑھا کر اسے باثر حلقوں میں سماجی روابط بڑھانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ پورے رمضان مبارک کی راتوں کو نماز تراویح میں قیام کے متبادل ہم نے سہ روزہ اور پنج روزہ تراویح میں ختم قرآن کا شعرا اپنایا تاکہ اُس کے بعد بازاروں کی رونقیں سجادہ جانیں۔ ایک طرف مصنوعی قلت پیدا کر کے معاشرے کے نادار طبقات پر رمضان مبارک میں غیر معمولی مہنگائی کا

غذاب مسلط کرنا اور دوسری طرف غریب پروری کے اظہار کے لیے چوراہوں اور فٹ پاتھوں پر دسترخوان سجانا اور اب تو حال یہ ہے کہ قتل نائق اور فساد بھی مذہبی عنوان سے کیا جا رہا ہے، فی الحال شاعر:

کسے خبر تھی کہ ہاتھ میں لے کر چراغ مصطفوی جہاں بھر میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

اسی طرح ہمارے ہاں ایک نیا کلچر متعارف ہوا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعے کے خطبے میں ”الوداع الوداع ماہ رمضان الوداع“ پڑھا جاتا ہے۔ چند سال قبل ایک خطیب صاحب نے اس کی بابت دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی قرون اولیٰ سے یہ شعار ثابت ہے۔ انہوں نے کہا: ہماری اختتامیہ اور مقتدی کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کو خطبے میں پڑھنا ہوگا۔ میں نے کہا: حضور! امام تو دینی رہنما ہوتا ہے، غلامی کو آپ نے کب سے شعار بنالیا ہے۔ ایک کمیٹی کی غلامی کا یہ عالم ہے تو جہاں مذہب سرکار کی غلامی میں آجائے، وہاں مذہبی آزادی کا تصور کیسے ممکن ہے۔ مزید یہ کہ نعت خواں حضرات کو بھی ایک نیا عنوان ہاتھ آ گیا ہے: ”آج رمضان کی الوداع ہے“ کے عنوان سے رقت آمیز لہجے میں اشعار پڑھے جاتے ہیں اور لوگ چار آنسو بہا کر رمضان المبارک کے حقوق سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں اور ہمارا الیکٹرانک میڈیا بھی انہی چیزوں کو فروغ دے رہا ہے، کیونکہ رمضان میں تشہیری کاروبار کے لیے مذہبی عنوان ضروری ہے، اسی طرح سارے لوگوں کی جانب سے ”توبہ“ کا فریضہ بھی نعت خواں حضرات انجام دیدیتے ہیں، یہ مذہبی عقیدت اور جذباتیت کا کاروباری استعمال ہے۔

الغرض استقبال رمضان تو حدیث سے ثابت ہے اور اس کی حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ رمضان المبارک کی برکات کو اپنے دامن ایمان و عمل میں سمیٹنے کا ایک مزاج اور ماحول پیدا ہو، کیونکہ جب دلوں کی زمیں زرخیز ہوگی، قبول حق کے لیے اس میں نرمی اور لطافت پیدا ہوگی تو ایمان دل میں جڑ پکڑے گا، اعمال خیر کے برگ و بار پیدا ہوں گے اور شجر ایمان شمر آ رہا ہوگا۔ پھر جب عید الفطر کے چاند کا اعلان ہوتا ہے، تو سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور یک دم راگ رنگ اور قص و سرور کا میلا برپا ہوتا ہے، لگتا ہی نہیں کہ ابھی رمضان المبارک کا پر نور مہینہ گزرا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان مبارک میں جو پر نور کیفیت طاری ہوتی ہے، وہ عارضی میک اپ کی طرح ہوتی ہے، اس کے اترنے میں دیر نہیں لگتی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”رمضان کی آخری شب میری امت کی بخشش کا فیصلہ ہوگا، کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد شب قدر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن جب کوئی محنت کرنے والا محنت کرتا ہے اور اپنی ڈیوٹی کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہے، تو وہ پورے اجر کا حق دار ہوتا ہے، (مسند احمد: 2/292)۔“ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ بندہ مومن کو شب عید اللہ تعالیٰ کے حضور گزر گزرا کر دعا مانگنے اور بخشش طلب کرنے میں گزارنی چاہیے، ہمارا حال مغل بادشاہ جہانگیر اور اس کی بیوی نور جہاں کے اس شعری مکالمے جیسا ہوتا ہے:

بال عید برا وج فلک ہوید اشد کلید میکہ گم گشتہ بود، پیدا شد

ترجمہ: ”(جہانگیر نے کہا:) عید کا چاند آسمان پر نمودار ہو گیا، (نور جہاں نے کہا:) شراب خانے کی چابی گم ہو چکی تھی، مل گئی ہے۔“

نوٹ: حرمت رمضان کے حوالے سے اسلام آباد ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ اچکا ہے، ہم اسلام آباد ہائی کورٹ کے جج عزت مآب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کو بدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، انہیں سلام کرتے ہیں کہ ہوا و ہوس اور بے حیائی کے سیلاب کے آگے انہوں نے بند باندھا، ایک تاریخی فیصلہ صادر کیا اور قرآن کریم اور رمضان مبارک کی حرمت کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں آئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس فیصلے پر من و عن عمل کیا جائے گا اور محترم جج صاحب اس پر عملدرآمد کی نگرانی بھی کریں گے۔

